(۳۷)

ناموسِ رسولؐ

قید خانے میں

۱
جب قیدیوں کو خانۂ زنداں میں شب ہوئی
بچوں کی مارے خوف کے حالت عجب ہوئی
گھُٹ گھُٹ کے دُخترِ شہِ دیں جاں بلب ہوئی
مضطر کمال بنتِ امیرِ عرب ہوئی
آفت کا سامنا تھا، نئی واردات تھی
زہراؑ کی بیٹیوں پہ قیامت کی رات تھی

۲
پہلے پہل کی قید وہ اور وارثوں کا داغ
یہ رنگ تھا کہ ہوئے خزاں دیدہ جیسے باغ
رونے سے اہلبیتؑ کو اک دم نہ تھا فراغ
نے چاندنی نہ شمع نہ مشعل نہ واں چراغ
غُل تھا کہ ایسے گھر بھی الٰہی جہاں میں ہیں
ثابت نہیں کہ قبر میں ہیں یا مکاں میں ہیں

۳
اُس گھر میں اہلبیتؑ محمدؐ ہوئے تھے بند
جُز کہنگی جسے نہ کسی نے کیا پسند!!
تنگی سے ایک ایک کو تکلیف تھی دو چند
تھوڑی سی جا مگر کہیں پست اور کہیں بلند
وہ بیبیاں اسیر تھیں اِس قصرِ زِشت میں
ہیں جن کی لونڈیوں کے لئے گھر بہشت میں

۴
بستی وہ فاطمہؑ کی کہاں اور وہ گھر اُجاڑ
جانوں پہ تھی بنی ہوئی قسمت کا تھا بگاڑ
کیا دل کھلیں کہ شام سے جب بند ہوں کواڑ
دیواریں تھیں بلند کہ چھاتی پہ تھے پہاڑ
گھبرا کے چھت کو بیبیاں ہر بار تکتی تھیں
ٹوٹے مکاں کی رات کو کڑیاں کڑکتی تھیں

۵ کیجیے شکستگیٔ خرابے کا کیا بیاں ثابت نہ جس میں سقف، نہ در اور نہ سائباں
وحشت کا گھر، ہراس کی جا، خوف کا مکاں وہ شب کہ الحذر، وہ حرارت کہ الاماں
ظلمت سرائے گور تھی، زنداں کا گھر نہ تھا
۶ حجرے یہ تنگ تھے کہ ہوا کا گزر نہ تھا

مثلِ دلِ یزیدؔ تھا وہ سب مکاں سیاہ تاروں کی روشنی کو بھی ملتی نہ واں تھی راہ
چھایا تھا، دل جلی ہوئی رانڈوں کا دودِ آہ حجرے سے چشمِ تر کے نکلتی نہ تھی نگاہ
دیکھے کسی کی شکل کوئی یہ محال تھا
۷ روزن بھی تھا کوئی تو وہ چشمِ غزال تھا

شب کا تو ذکر کیا ہے کہ لگتا تھا دن میں ڈر ظاہر تھے جا بہ جا حشراتِ زمیں کے گھر
تھے وقفِ آشیانِ ابابیل، سقف و در نکلا وہ مر کے قید ہوا اس میں جو بشر
گھر تھا اجل کا، خانۂ رنج و بلا نہ تھا
۸ برسوں سے واں چراغ کسی شب جلا نہ تھا

ایک ایک سے یہ کہتی تھی زینبؑ جگر فگار لائق نہ اس مکان کے تھے ہم گناہ گار
مجبور جو غریب ہوں، کیا اُن کا اختیار سایہ تو ہے سروں پہ کرو شکرِ کردگار
ہے جائے گریہ حالِ شہؑ مشرقین پر
۹ کیا گزری ہوگی دھوپ میں لاشِ حسینؑ پر

زنداں میں مضطرب تھے اسیرانِ نوحہ گر وہ ہولناک شب، وہ اندھیرا کہ الحذر
بیٹھی تھیں فرشِ خاک پہ رانڈیں برہنہ سر بدلی نگاہ بانوں کی چوکی، بجا پہر
فاقوں میں قیدیوں نے ادھر شکرِ رب کیا
اور اس طرف یزیدؔ نے خاصہ طلب کیا

۱۰
جلدی محل سرا میں روانہ ہوا طعام — خاصہ چُنا خواصوں نے بازینتِ تمام
ہاں! ہند کو بلاؤ، یہ بولا امیرِ شام — تب اِک کنیز خاص نے اُس سے کیا کلام
خاصہ نہ دن کو نوش کیا ہے نہ سوئی ہیں
بی بی سحر سے آج کئی بار روئی ہیں

۱۱
بولا خبر یہ سُنتے ہی وہ بانیِ سِتم — جا کر کہو کہ دیر سے یاں منتظر ہیں ہم
دوڑیں یہ حکم سُن کے، خواصیں کئی بہم — ناچار ہند آن کے بیٹھی بہ چشمِ نم
ہرگز یزیدؔ کی تو نہ جانب نگاہ کی
دیکھا طعامِ گرم تو ایک سَرد آہ کی

۱۲
پوچھا یزید نے کہ ہے کچھ بدمزہ مزاج؟ — بولی یہ ہند، ہوتا ہے ہاں دَرد دل میں آج
ہے ظلم اور ستم کا ترے عہد میں رواج — اپنے جگر کے زخم کا میں کیا کروں علاج
تجھ کو تو عید ہے، مجھے صدمے گزرتے ہیں
یہ کون ہیں جو راتوں کو فریاد کرتے ہیں

۱۳
کیں ہند نے یہ درد کی باتیں جو ایک بار — ہر قلب پر سِتم کی چلی تیغِ آب دار
اللہ رے جوشِ ماتمِ سُلطانِ نامدارؑ — رویا جُھکا کے سر کو یزیدِؔ زبوں شعار
خنجر غمِ حُسینؑ کا دشمن پہ چل گیا!
کیا نام میں اثر ہے کہ پتھّر پگھل گیا

۱۴
ناچار ہو کے ہند سے ظالم نے یہ کہا — جا دیکھ آ انھیں، مرا نقصاں ہے اس میں کیا
واں جا کے اور ہوئے تجھ کو قلق سِوا — سُنتے ہی یہ کلام، اُٹھی ہندِ باوفا
پہلو میں مضطرب تھا دل اُس حق پرست کا
اُٹھتے ہی جلد حکم دیا بندوبست کا

۱۵؎
نکلی محل سرا سے یہ کہہ کر وہ خوش سیر — تھیں ساتھ ساتھ چند خواصیں بھی نوحہ گر
پہنچی جنابِ حضرتِ زینبؑ کو یہ خبر — رنگ اُڑ گیا، یہ کہنے لگیں سر کو پیٹ کر
اپنا نہیں خیال، بزرگوں کا پاس ہے
ہے ہے کہاں چھپوں وہ مری روشناس ہے

۱۶؎
یہ سُن کے ہند رونے لگی تب بہ اشک و آہ — پھر مُڑ کے روئے حضرتِ زینبؑ پہ کی نگاہ
رُخ سے ہٹائے بال، تو حالت ہوئی تباہ — بے ساختہ کہا کہ زہے قدرتِ الٰہ
ہرگز غلط نہیں جو مجھے اشتباہ ہے
زینبؑ تمھی ہو خالقِ اکبر گواہ ہے

۱۷؎
کہنے لگی یہ ہند سے زینبؑ جگر فگار — کیوں فالِ بد نکالتی ہے منہ سے بار بار
اے ہند ان کا نام نہ لے بہرِ کردگار — نسبت نہ اُن سے دے کہ وہ ہیں فاطمہؑ وقار
اعدا تو مجھ کو لے گئے بلوائے عام میں
دشمن نہ ان کے قید ہوں زندانِ شام میں

۱۸؎
وہ شاد کام اور میں بے کس جگر فگار — آباد وہ ہیں اور میں زنداں میں سوگوار
بلوے میں لے گئے مجھے اعدا بہ حالِ زار — باہر کنیز اُن کی نہیں نکلی زینہار!!
وہ بی بی پردہ دار ہے اور خوش خصال ہے
زینبؑ میں ہی ہوں یہ تیرا بیجا خیال ہے

۱۹؎
یہ سُن کے بے قرار ہوئی ہندِ خوش خصال — دیکھا بغور رُخ تو یہ بولی بصد ملال
اے میری شاہزادی چھپاؤ نہ مجھ سے حال — زینبؑ تم ہی ہو خواہرِ شبیرؑ باکمال
تم کو قسم ہے فرقِ شہِؑ مشرقین کی
جلدی کہو خبر مرے آقا حسینؑ کی

۲۰

یہ کہہ کے پیٹنے جو لگی ہندِ باوقار — فرطِ قلق سے دل ہوا زینبؑ کا بےقرار
چلّائیں سر کو پیٹ کے باچشمِ اشک بار — اے ہند! کٹ گیا سرِ شبیرؑ نام دار
پانی دیا نہ سبطِؑ رسالتؐ پناہ کو
۲۱ حاکم نے بے گناہ کیا قتل شاہ کو

اے ہند! کیا کہوں خبرِ شاہِ تشنہ لب — ہنگامِ عصر کٹ گیا زہراؑ کا باغ سب
مطلق ڈرا نہ خالقِ اکبر سے بے ادب — چوبِ یزیدؔ اور لبِ شبیرؑ، ہے غضب
رونے نہ پائے ماتمِ شاہِ شہید میں
۲۲ سر ننگے لے گئے مجھے بزمِ یزیدؔ میں

کیا پوچھتی ہے تو خبرِ شاہِ بحر و بر — فرقِ حسینؑ تھا کبھی نیزے پہ جلوہ گر
باندھا درخت میں کبھی خولی نے بےخطر — لٹکا درِ یزیدؔ پہ سبطِ نبیؐ کا سر!!
یاں تک تھی دشمنی سپہِ بد خصال کو
۲۳ پتھر لگائے راہ میں زہراؑ کے لال کو

اے ہند! رن میں شاہ کے یاور ہوئے شہید — عباسؑ قتل ہو گئے، اصغرؑ ہوئے شہید
بن بیاہے دشت میں علی اکبرؑ ہوئے شہید — شبرؑ کا لال اور مرے دلبر ہوئے شہید
مُرجھا کے فاطمہؑ کی نہ کھیتی ہری ہوئی
۲۴ بچوں سے گود ہو گئی خالی بھری ہوئی

میداں میں بے کفن ہے ابھی لاشِ شاہِؑ پاک — ہے ہے وہ اوس اور وہ میدانِ ہولناک
واحسرتا، وہ گرم ہوا اور وہ فرشِ خاک — کس طرح دل نہ ہو مرا سینے میں چاک چاک
چہلم تلک ہوا نہ شہہ مشرقین کا
اب تک پڑا ہے دھوپ میں لاشہ حسینؑ کا

۲۵

منگوایا ہند نے جو سرِ شاہِ بحر و بر مجرے کو اُٹھ کھڑے ہوئے قیدی بہ چشمِ تر
جب سر پہ شاہِ دیں کے سکینہؑ نے کی نظر چلّائی رو کے، ہائے غضب، مر گئے پدر
دنیا سے تشنہ کام سفر کر گئے حسینؑ
۲۶ لو! مجھ پہ اب یہ راز کھلا مر گئے حسینؑ

پھر سر کو پیٹتی ہوئی دوڑی وہ سوگوار دامن میں لے لیا سرِ شبیرؑ نامدار
منہ رکھ کے منہ پہ شہؑ کے جو روئی وہ دل فگار صدمہ ہوا نکلنے لگی تن سے جانِ زار
دنیا میں اس کی زیست کا نقشہ بدل گیا
۲۷ جنبش ہوئی لبوں کو بس، اور دم نکل گیا

اُٹھی یہ کہہ کے بانوئے بےکس برہنہ سر دیکھا! پڑی ہے خاک پہ بے جاں وہ نوحہ گر
زینبؑ کو پھر دکھا کے یہ بولی بہ چشمِ تر بچّی کو میری لے گئے سلطانِ بحر و بر
زنداں کے تھے وہ ظلم کہ عاجز تھی جان سے
۲۸ افسوس! چل بسی مری بچّی جہان سے

بانو نے سر کو پیٹ کے تب یہ کیا بیاں بس مل چکی حسینؑ سے قربان جائے ماں
اے نورِ عین بس نہ کرو نالۂ و فغاں! ایسا نہ ہو کہ گھٹ کے نکل جائے تن سے جاں
بچھڑے ہیں کب سے بادشہِ مشرقین سے
۲۹ ہم بھی تو مل لیں فاطمہؑ کے نورِ عین سے

بی بی! تمہاری ننھی سی میّت کے میں نثار منہ سے اُٹھاؤ کُرتے کا دامن پھر ایک بار
جی بھر کے تجھ کو دیکھ لے مادر جگر فگار امّاں کو اپنے پاس بلا لو تو ہو قرار
فرصت کبھی نہ ہو گی ہمیں شور و شین سے
تم یاں سے جا کے قبر میں سوؤ گی چین سے

۳۰ ہے ہے اُٹھائے قید میں کیا کیا نہ رنج و غم — باندھا گلے کو شمرؔ نے رسی سے ہے ستم
بابا کو یاد کرکے جو روتی تھیں دم بہ دم — دیتے تھے گھڑکیاں تمھیں یہ بانیٔ ستم
زخمی ہیں کان پھول سے عارض کبود ہیں
۳۱ اب تک نشاں طمانچوں کے رُخ پر نمود ہیں

بی بی خدا پہ خوب ہے روشن ہمارا حال — چادر تلک نہیں ہے چھپاؤں جو سر کے بال
کس طرح دوں کفن تجھے اے میری خورد سال — نادار ہوں میں پاس نہ دولت ہے اور نہ مال
سنگِ الم سے شیشۂ دل پاش پاش ہے
۳۲ دو گز کفن کے واسطے محتاج لاش ہے

ہوتا جو واری پاس مرے کچھ بھی مال و زر — تربت بناتی ننھی سی میں سوختہ جگر
تابوت پر بھی باندھتی سہرا بہ چشمِ تر — جو پوچھتا تو بس یہی کہتی میں نوحہ گر
میّت یہی ہے بنتِ شہؑ مشرقین کی
۳۳ دنیا سے آج اُٹھ گئی عاشق حسینؑ کی

بس اے انیسؔ! بزم میں ہے گریہ و بکا — وقتِ دعا ہے خالقِ اکبر سے کر دُعا
یارب بہ حقِ احمدؐ و زہراؑ و مجتبیٰؑ — دکھلا دے جلد روضۂ سلطانِ کربلا
دم لب پہ ہے زیارتِ مولا نصیب ہو
بیمارِ غم کو قربِ مسیحا نصیب ہو

ختم شد